ناول صبح زندگی اور تعلیم نسواں۔۔۔ایک جائزہ

Key words: Allama Rashid Al Khairi # subh e zindagi # Urdu novel # women's education # Urdu fiction # education of children #

افشاں سحر
رِسرچ اسکالر
وفاقی اردو یونیورسٹی آرٹس سائنس اینڈ ٹیکنالوجی

Abstract: Rashid Al Khairy was a great supporter of women's education. He tried to make education attractive through the language of characters by adopting a very unique, beautiful and reformative style in his novel "Subh e Zindagi". As for the moral training of children, it is imperative that the mother is educated. If she is conscious then it is possible to train children morally. A home in which an educated, knowledgeable woman is present is a school in itself. How can an illiterate, immoral mother light the candle of knowledge? If he himself is in the dark, the darkness of the caste cannot enlighten anyone. What is done or explained in the education of children has a positive impression for a lifetime. According to Allama, this is an important step for the education of children.

علامہ راشدالخیری تعلیم نسواں کے بہت بڑے حامی تھے انہوں نے اپنے ناول

"صبح زندگی" میں بڑے منفرد، خوبصورت اور اصلاحی انداز کو اپناتے ہوئے کرداروں کی زبان سے تعلیم کی رغبت دلانے کی کوشش کی "صبح زندگی" ناول کا آغاز پھوپھی بھتیجی کے ذکر سے ہوتا ہے۔ بھتیجی نسیمہ اپنی پھوپھی سنجیدہ کے پاس رہتی ہے۔ سنجیدہ، زمانہ شناس اور عاقبت اندیش عورت ہے۔ اپنی بھتیجی کی پرورش میں کوئی کمی نہیں چھوڑنا چاہتی، ہر پل موقع محل کی مناسبت سے اسے نصیحتیں کرتی رہتی ہے۔ لڑکی کو ابتدائی عمر سے ہی کن اخلاقی عادات اور تعلیم و تربیت سے آراستہ ہونا چاہئے، نسیمہ کے کردار کی خوبصورتی سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لڑکی کی تعلیم گھر کے امور پر کس قدر اثر انداز ہوسکتی ہے اور لڑکی کی جہالت سے کیسے نقصانات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، اس کا ادراک علامہ کو خوب تھا اور اس طرف انہوں نے عورتوں کی توجہ دلائی ہے۔ ناول میں سنجیدہ کی حیثیت کسی معلمہ سے کم نہیں، جس کا سارا دھیان بھتیجی کی تعلیم و تربیت ہی کی طرف ہوتا ہے۔ بچوں کی تربیت کسی عمر کس انداز سے کی جانی چاہئے اور ایک اچھا انسان بنانے کے لئے کن امور کا خیال رکھنا چاہئے، علامہ نے بڑے خوبصورت انداز میں ان معاملات کو ناول کا حصہ بنایا؛

اس لیے کہنے والوں نے کہا ہے کہ کسی بچے کا نیک بننا ایک فرد کا نیک بننا ہے لیکن کسی بچی کا نیک بننا ایک معاشرے کا نیک بننا " ہے۔ ہم اپنے سماج کی صلاح و فلاح اور اصلاح معاشرہ کے نام پر لاکھ کوششیں کرتے رہیں لیکن جب تک ہمارے گھر کی مستورات کی دینی تعلیم و تربیت کی کوشش اور فکر نہ کی جائیگی اس وقت تک خاطر خواہ نتیجہ کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ ا

ایک دن سنجیدہ کے گھر چاول آتے ہیں۔ عموماً کھانے کی چیزیں دیکھ کر بچوں کا واویلا مچانا ہر گھر کا قصہ ہے۔ یہاں بھی ایسی ہی صورتحال پیدا ہوتی ہے۔ نسیمہ چاول دیکھتے ہی واویلا مچادیتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ متذکرہ صورتحال سے نمٹنے کے لئے بچوں کی ضد فوراً پوری کر دی جاتی ہے لیکن۔ صبح زندگی" میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ سنجیدہ بچی کو چاول دینے سے انکار کر دیتی ہے۔ نسیمہ روتے ہوئے سو جاتی ہے، جب وہ جاگتی ہے تو سنجیدہ بڑے پیار سے نہلا دھلا کر پاس بٹھاتی ہے اور سمجھانے لگتی ہے، کیونکہ زمانہ شناس سنجیدہ جانتی ہے کہ بچی کو سمجھانے کا یہی وقت ہے۔ پھوپھی ایسے موثر انداز سے بھتیجی کو بات سمجھاتی ہے گویا اس کی اخلاقی تربیت کر رہی ہوتی ہے، بات سیدھی بھتیجی کے دل میں اترتی ہے اور وہ ایسا سبق حاصل کرتی ہے کہ زندگی میں دوبارہ کبھی غیر اخلاقی حرکت نہیں کرتی۔

" کیوں نسن شریفوں کی بچی اور پاجیوں کے عمل۔ ایسی بدنیت اور ندیدی کہ بریانی دیکھ کر گڑ گئی۔ اتنے رونے سے کیا ملا اور سب نے ندیدی ہی ندیدی کہا۔ کیوں بیٹی! کیا تم نے کبھی چاول دیکھے نہیں۔ اگر نہ مانگتیں تو کیا میں تم کو نہ دیتی؟ جو تم نے اپنی جان ہلکان کی؟ توبہ توبہ کس کام کی ایسی نیت، موئے چماروں کے بچے بھی اچھے ہوں گے۔ دیکھو سندر کا چھن کے ساتھ اس کی لڑکی سکھیا آتی ہے۔ بھرا ہوا چھپا ہوتا ہے۔ کبھی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھتی ہے۔ آج تو خیر میں نے تم کو چھوڑ دیا۔ اب اگر کسی چیز کو دیکھ کر بلکیں مانگی تو ایسا ماروں گی کہ تم کو مزہ ہی آجائے گا۔ دل کیا کڑا۔ زبان کی مٹھی، کام بنا ہوا تھا۔ پھوپھی کے منہ سے بات نکلنے کی دیر تھی۔ سیدھی بھتیجی کے دل میں جا کر اتری۔ وہی نسیمہ جو دو نوالے چاولوں پر کچھ ہلکان ہوئی۔ منوں چیز گھر میں آتی اور آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتی۔۔ (۲)

بچوں کی تربیت کے لئے لازمی ہے کہ ابتدائی عمر میں انہیں اچھی عادتیں سکھا دی جائیں۔ اخلاقیات ابتدائی عمر میں ہی پختہ کی جاسکتی ہیں بصورت دیگر سیکھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس میں صرف ماں کی تربیت کا دخل ہوتا ہے۔ بقول ڈاکٹر ابو طالب

" بچہ اپنی ماں کو ہی سب سے بڑا آئیڈیل اور نمونہ تصور کرتا ہے ...لہذا ماں کی نیکی کا نیک اثر اور بدی کا برا اثر بچے کے اوپر پڑنا بالکل بدیہی اور عام فہم امر ہے اور بچے کی ابتدائی اور کچی عمر میں جو باتیں اس کے دل و دماغ میں راسخ ہو جاتی ہیں وہ زندگی بھر اپنا اثر باقی رکھتی ہیں۔۔ (۳)

جیسا کہ بچوں کی اخلاقی تربیت کے لئے لازمی ہے کہ ماں تعلیم یافتہ ہو۔ وہ باشعور ہوگی تبھی ممکن ہے کہ بچوں کی اخلاقی تربیت کر سکے۔ جس گھر میں ایک تعلیم یافتہ، باشعور عورت موجود ہو وہ گھر بذات خود ایک درسگاہ ہوتا ہے۔ ناخواندہ، اخلاق سے عاری ماں علم کی شمع کیسے روشن کر سکتی ہے۔ وہ خود اندھیرے میں ہو تو ذات کی تاریکی کسی کو روشن نہیں کر سکتی۔ بچوں کی تربیت میں موقع محل سے کی گئی یا سمجھائی گئی بات زندگی بھر کے لئے مثبت تاثر رکھتی ہے۔ علامہ کے نزدیک تربیت اطفال کے لئے یہ ایک اہم قدم ہے۔ سنجیدہ جانتی تھی کہ نسیمہ کی تربیت کے لئے یہی عمر ہے:

" یہ چھ برس کی جان سمجھے گی تو کیا اک مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی جانتی تھی اور خوب جانتی تھی کہ کچی لکڑی کے سیدھا کرنے کا یہی وقت ہے۔ ذرا غفلت کی تو سانپ نکل گیا لکیر کو بیٹھا پیا کروں۔ پھر ٹھنڈے لوہے پیٹنے سے درست ہونے والے نہیں۔۔ (۴)

ماں، باپ کی اولاد کی تربیت میں غفلت برے نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ والدین کی غفلت اور

کوتاہی اولاد کے لئے تباہ کن ہے۔ان کی وقت پر نہ کی گئی اصلاح زندگی میں مشکلات کی ضامن ہے۔بچوں کی پرورش اور تربیت میں اگر کوتاہی برتی جائے تو بچے کی صحت اور صحبت، دونوں پہلو متاثر ہوتے ہیں اور بچیوں کے سلسلے میں علامہ نے خاص توجہ دی۔ لڑکیوں کی اخلاقی تربیت بہت ضروری ہے بصورت دیگر سلیقہ مندی، وضعداری اور سمجھداری جیسے پہلو ماند پڑ جاتے ہیں۔ ناول میں نسیمہ کی بہن کی مثال پھوپھی کے سامنے تھی جس کی پرورش میں کوتاہی برتی گئی تو نتیجہ اب سامنے تھا:

"منجھلی کا نمونہ موجود ہے۔تیرہ چودہ برس کی لوٹھا کیسی نماز اور کہاں کا روزہ۔کدھر کا خدا اور کہاں کا قرآن، پہر سوا پہر دن چڑھے سوکر اٹھی، منہ کو دو چار جھکے مار، تازہ باسی جو ہاتھ لگا کھانے بیٹھ گئی، جھوٹی مکار لتری، مغرور، خانہ داری سے الگ شرم و حیا سے کوسوں دور۔ باپ نے کی لاپرواہی اماں کو خیال ہو انہیں بھلی چنگی لڑکی ہاتھ سے جاتی رہی۔"(۵)

علامہ کے نزدیک عورتوں کو دینی اور دنیوی دونوں علم حاصل کرنے چاہئیں۔ دنیاوی علم دینی علم کے بغیر بے سود اور بے کار ہے لہذا دینی تعلیم بہر صورت ترجیح اوّل ہے۔عورت کو چاہئے کہ بچوں کو ابتدائی عمر سے ہی اپنے مذہب کے عقائد کے بارے آگاہ کرے۔روزمرہ کے معاملات کو مذہب کی نظر سے دیکھے اور بچوں کو اس کی ترغیب دے کہ ابتدائی عمر سے یہی بچے کے مذہبی عقائد پختہ ہو جائیں۔سنجیدہ جہاں نسیمہ کو اخلاقیات کی تعلیم دے رہی تھی وہیں وہ یہ بھی جانتی تھی کہ دینی تعلیم بھی کس قدر ضروری ہے، وقتاً فوقتاً وہ نسیمہ کو خدا کی ذات اور اس کی صفات کے بارے میں بھی آگاہ کرتی رہتی ہے۔اس کی محبت تو دیکھو دیکھنے کو آنکھیں دیں باتیں کرنے کو منہ دیا، کام کاج کو ہاتھ دیئے، چلنے پھرنے کو پاؤں دیئے، کس کس چیز کا شکر کروگی ہماری یہی بہنیں بہت سی ایسی ہیں جن کو گز بھر تھنگلی بھی نصیب نہیں جو پڑ رہیں۔ہم سب عورتیں اور مرد اللہ کے لونڈی غلام ہیں، ہمارا کام یہ ہے کہ ہر وقت اس کا شکر ادا کرتے رہیں، دلوں کے حال کو وہ جانتا ہے۔جو کہتے ہیں وہ سنتا ہے، جو کرتے ہیں وہ دیکھتا ہے۔علامہ جانتے تھے کہ ایک عورت اگر تعلیم یافتہ ہو تو وہ اپنے بچے کی پرورش خوب محنت سے کرتی ہے تا کہ اس کی شخصیت خوب نکھر کر سامنے آئے۔ سچ تو یہ ہے کہ انسان کی شخصیت ماں کی آغوش میں ہی بنتی ہے بکھرتی اور سنورتی ہے۔تعلیم و تربیت سے انسان کی شخصیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔اچھی تربیت کی بدولت اچھے برے کی تمیز پیدا ہوتی ہے اور اخلاقیات بلند ہوتے ہیں۔تربیت یافتہ تعلیم یافتہ لڑکی جس گھر میں بھی جاتی ہے، اسے جنت کا نمونہ بنا دیتی ہے۔اس کے

برعکس اگر بچے کی اخلاقی تربیت نہ کی جائے تو بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے بلکہ آئندہ کی نسلیں متاثر ہوتی ہیں۔نسیمہ کی جھلی بہن کی غلط تربیت کا یہ اثر ہوا کہ سبھی اس سے نالاں تھے کیونکہ اس کے اخلاق بگڑ چکے تھے:

"ماں شاکی، پھوپھی نالاں، لونڈیاں حیران، مامائیں پریشان لڑکی کیا عذاب تھا جدھر گئی آفت اور جس کی سر ہوئی جھاڑ کا کانٹا، باپ رہا بے خبر۔لڑکی ماشاء اللہ دن دگنی رات چوگنی، ذراسی غفلت میل کا بیل اور قتل کا پہاڑ بن گئی۔شروع میں علاج ہوتا تو آج یہ نوبت نہ آتی۔مرض ہوا الاحق، دوا کی نہیں پردہ کھلتا گیا زبان بڑھتی گئی، جھوٹی لپائن کٹر بے رحم ازلی کام چور، گستاخ بے ادب، بے شرم، بے حیاء غرض پانچوں عیب شرعی موجود تھے۔ اس پیٹ کی اولاد اور اسی باپ کی بیٹی نسیمہ تھی کہ ایک وعظ نے کندن بنا دیا۔" (۶)

علامہ راشد الخیری نے بچوں کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے بڑی مفید باتیں کی ہیں۔ان کے نزدیک بچوں کے کسی بھی اچھے عمل کو پختہ کرنا تو لازمی ہے کہ ان کی حوصلہ افزائی کی جائے اور اس کی بہترین صورت بچوں کو انعام دینا ہے۔سنجیدہ بھی اپنی بچی نسیمہ کو اچھے عمل پر انعام دیتی ہے:

"میں اپنی بچی کے قربان نسیمہ بیٹی تم نے اچھا کام کیا میرا دل بہت ہی خوش ہوا۔ یہ کہہ کر کوٹھری میں گئی تین اشرفیاں پانچ روپے لا کر دیئے اور کہا تم اپنی صندوچی میں رکھو، بتاؤ یہ کتنے روپے ہوئے ایک اشرفی کتنے کی ہوتی ہے؟

نسیمہ۔۔پندرہ روپے کی ہوتی ہے"

پھوپھی۔تو پندرہ گئے کتنے ہوئے، پندرہ کا پہاڑہ پڑھو نسیمہ۔ پندرہ تیئے پینتالیس

پھوپھی۔اور پانچ نسیمہ پچاس "پھر بھی۔بس تو پانچ کے بدلے میں اللہ نے تم کو پچاس دیئے ایک کے بدلے دس ہو گئے یا نہیں؟

نسیمہ۔جی ہاں پھوپھی اماں! وہ در دنیا ستر در عاقبت۔عاقبت کے الگ دیے۔(۷)

علم جہالت کی ضد ہے، جو انسان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔علامہ راشد الخیری نے لڑکیوں کو علم کی طرف رغبت دلائی تاکہ نفس کو پاکیزگی اور ذہن کو فہم و فراست ملے۔علم وآگہی عطا کرتا ہے۔انسان کے اخلاق سنوارتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ علم حاصل کرنا مومنین کی صفات میں سے ہے۔علم حاصل کرنا مرد، عورت دونوں پر یکساں فرض ہے۔پروفیسر غلام عابد کے مطابق

"تعلیم نسواں کی ضرورت کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالی کے ہاں اپنے اعمال کی جواب دہی کی ذمہ دار بھی عورت خود ہی ہے لہذا اسے بھی تعلیم کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ مرد کو

تا کہ وہ دین کو سمجھ کر پورے شعور کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہو"(۸)

علامہ راشد الخیری نے طبقہ نسواں کی اصلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے ناول تحریر کئے، ان کے ناولوں میں فنی اعتبار سے کئی جگہ کمی محسوس ہوتی ہے لیکن اصلاحی ناولوں میں یہ خامی قابل غور نہیں رہتی۔ اس ضمن میں ڈاکٹر مجید بیدار رقمطراز ہیں

"ایسے ناول عموماً مذہبی اور اخلاقی مسائل پر بھی نکتہ چینی کرتے ہیں اور سماجی اقدار میں پیدا ہونے والی بے اعتدالیوں کے چہرے سے بھی نقاب اٹھاتے ہیں۔ چوں کہ اصلاحی ناولوں میں مصائب، قباحتوں اور بدتہذیبیوں کا قلع قمع کرنا ہوتا ہے۔ اسی لئے ایسے ناولوں کے کرداروں اور ان کے عمل میں اصلاح پسند نظریہ کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں(۹)"

علامہ کے نزدیک عورت جب تک فہم و ادراک حاصل نہیں کر لیتی، وہ اپنے اخلاقیات کو بہتر نہیں کرسکتی کیونکہ کردار کی پختگی شعور سے آتی ہے اور اسی لئے اچھے برے کی پہچان کے لئے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ ناول میں نسیمہ کو ابتدائی عمر میں ہی شرم وحیا کی تعلیم دیتی ہے۔ علامہ عورت کی تعلیم اور شرم وحیا کو ہی اس کا زیور قرار دیتے ہیں

"پھوپھی کا حکم پاتے ہی نسیمہ ماں کی طرف چلی تو پھوپھی نے کہا یہاں تو آؤ میں تو فقط تم کو دیکھ رہی تھی کہ خود بھی خیال آتا ہے یا نہیں۔ اس طرح چھم چھم کرتے باپ کے آگے جانا تم کو شرم نہیں آتی۔ اب تم ایسی نادان نہیں ہو جو اتنی موٹی بات بھی نہ سمجھ سکو۔ باپ کے سامنے اس جھنکار سے جانا، شاباش بیٹی شاباش وہ تو مرد ہیں اور میں عورت پھر ایک لحاظ سے پھوپھی ایک لحاظ سے ماں، مگر خدا کی قسم تمہارا یہ چھنا کا مجھ کو زہر معلوم ہوتا ہے۔(۱۰)

راشد الخیری عورت کے لئے مشرقی روایات کو پسند کرتے تھے۔ ان کے نزدیک مشرقی اقدار ہی عورت کی پہچان ہیں۔ انھوں نے مشرقی روایات و اقدار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تعلیم و تربیت کا درس دیا۔ لڑکیوں کو اپنے بزرگوں کے علامہ سامنے کسی طرح جانا چاہئے، ادب و لحاظ کا خیال رکھتے ہوئے کیسے شرم وحیا کا پیکر ہونا چاہئے، ان معاملات کی تلقین علامہ نے خوب کی ہے۔ سنجیدہ نسیمہ کو نصیحت کرتی ہے کہ سلیقہ و تہذیب اور شرم وحیا کے ساتھ باپ کے سامنے جانا چاہئے:

" کئی دفعہ بتا چکی ہوں کو اوڑھنی کا بکل سیدھی طرف لگایا کرو۔ مگر جب دیکھو وہی بے ہودہ پنے سے بیٹی الٹی طرف کا پالا زیادہ رکھتے ہیں۔ سیدھی طرف کا بکل لگا الٹی طرف کا کندھے پر ڈال لیا۔ مردوں کے سامنے تو ان باتوں کا خیال رکھا کرو۔ بے شرم باپ کے سامنے جا رہی ہے اور سارا بازو کھلا ہوا ہے! آج باپ بھائی سے لحاظ کرو گی تو کل دیور، جیٹھ سے شرم آئے گی۔ یہیں سے دیدہ ہوائی کیا تو وہاں کیا خاک ہوگا۔(۱۱)

مرد اگر تعلیم یافتہ نہ ہو تو اس کا نقصان اس کے فرائض کی انجام دہی میں ہوگا جبکہ عورت غیر تعلیم یافتہ ہو تو اس سے آئندہ کی نسل تعلیم و تربیت سے محروم رہ سکتی ہے۔ وہ پہلی درسگا اپنی ماں کی گود سے تعلیم حاصل نہیں کر پاتی۔ صالح زریں علامہ راشد الخیری کے حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

"انہوں نے ناول میں عورتوں کی تعلیم و تربیت کے ذریعہ سماج کی اصلاح کرنا چاہی، اسی لئے نسوانی کردار کو اہمیت بھی دی ہے۔ اگر سماج کو بدلنا ہے تو انسان کو بدلنا ہوگا اور انسان کو بدلنے کا سب سے بڑا ہاتھ گھر اور گھر والوں کا ہوتا ہے جس میں ماں کا درجہ اول ہے۔ کیوں کہ بچے کی سب سے پہلی تربیت گاہ یہی ہے۔" (۱۲)

نپولین نے کہا تھا مجھے اچھی ماں دو، میں تمہیں ایک اچھی قوم دوں گا۔ نپولین نے ایسا اس لئے کہا تھا کیونکہ اسے اس حقیقت کا ادراک تھا کہ عورتیں ہی بچوں کی صحیح تربیت کر سکتی ہیں۔ پہلا قدم اگر صحیح اور مثبت ہو تو آئندہ کی منازل آسان تر ہو سکتی ہیں:

"اگر ہم مردوں کو صحیح تعلیم نہ دیں تو اس کا نتیجہ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ مرد فرائض انسانی کو صحیح طرح سے ادا نہ کر سکیں گے۔ لیکن تعلیم نسواں نہ ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارا گھرانہ اور ہمارا خاندان بچوں کی اعلی تربیت گاہ سے محروم ہو جائے گا اور اس کے جو قومی مسائل پیدا ہوں گے وہ بہت شدید ہوں گے۔ ضروری ہے کہ ہم موجودہ دور کی ضروریات اور پیش نظر نصب العین کی بنا پر ایسی تعلیم مہیا کریں جو ہماری عورتوں کو قابل تقلید مائیں بنا سکیں۔" (۱۳)

علامہ کے نزدیک عورت کے لئے جہاں مذہب کی تعلیم لازمی ہے۔ وہیں دنیاوی تعلیم بھی ضروری ہے۔ کیونکہ روزمرہ زندگی میں بہت سے ایسے معاملات ہوتے ہیں جو علم وشعور کی بناء پر ہی احسن طریقے سے نبھائے جا سکتے ہیں، ایسے ہی علوم میں علم الحساب" کا علم ہے جس کی تعلیم عورت کے لئے آنے والی زندگی میں سودمند ثابت ہو سکتی ہے۔ ایسی تعلیم سے عورت میں کفایت شعاری پیدا ہوتی ہے۔ فضول خرچی سے بچنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ صبح زندگی میں سنجیدہ نسیمہ کو ابتدائی عمر سے ہی دینی و دنیاوی تعلیم دینا شروع کر دیتی ہے۔ "علم الحساب' " کچھ اس انداز سے سکھاتی ہے۔

"پورے پانچ برس کی بھی نہ ہوئی تھی کہ اس نے بسکٹ کی ننھی منھی سی ٹکیاں بنا کر حروف لکھوا لئے۔ صبح کے ناشتے کا وقت آیا اور آٹھ دس ٹکیاں آگے ڈال کر کہا " حروف بتائی جاؤ اور کھائی جاؤ۔ ایک مہینہ ہی بھر میں الف سے لے کر اب تک سارے حروف ایسے ذہن نشین ہوئے کہ دس بیس کیا ایک ہزار میں چھپا دو تو جو حرف کہو الگ نکال لائے۔" (۱۴)

علامہ نے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اپنے تخلیق کردہ کرداروں کے ذریعے نئے اور دلچسپ انداز بتائے۔ سنجیدہ نسیمہ کو نئے انداز سے نت نئی چیزیں سکھاتی تھی۔ لکھنے پڑھنے میں دلچسپی کا سامان پیدا کرتی ہے کیونکہ جب تک بچے میں دلچسپی پیدا نہ ہو وہ کچھ بھی جاننے کا شوق نہیں رکھتا:

"تصویروں کا شوق بچوں کو قدرتی طور پر ہوتا ہے۔ سنجیدہ یہ نئی ترکیب کرتی تھی۔ تھانوں پر سے چٹھیاں اتاریں اور پیٹھی کے نیچے موٹی موٹی تین چار سطر میں لکھ دیں۔ دو ایک باتیں منہ زبانی بتا کر ایسی چاٹ لگا دی کہ جب تک سارا حال نہ پڑھ لیتی چین نہ پڑتا۔ تصویروں کا شوق نئی کتابوں کا ذوق، نسیمہ تو کتابوں کو ایسی لپٹی کہ سنجیدہ کا بھی جی اکتا گیا۔ دن ہو یا رات صبح ہو شام جب دیکھو کتاب ہاتھ میں نگاہ حروف پر۔" (۱۵)

بڑوں کا ادب اخلاقی تعلیم کا اہم جزو ہے، لڑکیاں تبھی باادب اور سعادت مند کہلاتی ہیں جب وہ بڑوں کا دل سے احترام کرتی اور ان کا ہر کہنا مانتی ہیں۔ باادب با نصیب، بے ادب بے نصیب خوش نصیب ہیں وہ لڑکیاں جو بڑوں کا ادب کرتی ہیں اور رشتہ تک کی بوڑھیوں کا کہا نہیں ٹالتیں۔ گھر بھر میں ان کی واہ واہ اور کنبہ بھر میں ان کی تعریف ہوتی ہے۔ جو دیکھتا ہے وہ کہتا ہے۔

"کیسی سعادت مند بچی ہے کیسے ہی خفا ہو۔ کتنی ہی فضیحتیں کرو۔ جا بجا کچھ ہی کہو مگر کیا مجال جو کسی بات کا جواب دے۔ اما ہو یا ماما۔ دادی ہو یا نانی بزرگوں کا ادب عین شرافت کی نشانی ہے۔" (۱۶)

علامہ نے لڑکیوں کو تاکید کی کہ جو وہ آج بوئیں گی، کل وہی کاٹیں گی۔ اگر آج عزت کریں گی تو آئندہ عزت پائیں گی۔ علامہ نے لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کے لئے روز مرہ کے چھوٹے چھوٹے معاملات کو بڑی خوبصورتی سے پیش کیا اور اصلاح کا پہلو بھی مد نظر رکھا ہے:

"لڑکیو! اگر آج تم بزرگوں کا ادب کرو گی تو کل تمہارے چھوٹے تمہارا ادب کریں گے۔ اگر اس وقت تم نے نالائقی اور ناہنجاری سے ان کی بے توقیری کی تو یاد رکھو اس سے زیادہ تمہاری بے عزتی ہوگی۔" (۱۷)

علامہ راشد الخیری ایسی تعلیم کے خواہاں تھے جو عورت کو گھر داری میں ماہر کر دے۔ بچوں کی تعلیم وتربیت میں مدد دے اور شرم وحیا کا پابند کر سکے۔ نیز دین ومذہب کی طرف مائل کر سکے، کیونکہ عورت کی سیرت کی تعمیر دراصل آئندہ نسل کی تعمیر ہے جس کے نشانات صدیوں تک باقی رہتے ہیں۔ شرم وحیا کے بارے میں سنجیدہ ایک دن نسیمہ کو

بتاتی ہے:

"جب کسی بزرگ کے سامنے جانے کا اتفاق ہو یا وہ کسی ضرورت سے نکل آئے۔اس سے اوجھل ہو کر یعنی اوڑھنی سنبھال کر اوڑھو۔ بکل ٹھیک طرح سے لگاؤ۔ یہیں کہ بازو کھلا سر ننگا، اوڑھنی کا چیتھڑا کندھے پر لڑکیوں کا سب سے بڑا جوہر شرم وحیاء ہے۔(۱۸)

بقول ڈاکٹر سعید بریلوی:

"جہاں میں زندہ رہنے کا عجیب گر سکھا دیا ذرا راسی لڑکیوں کو آدمی بنا دیا۔(۱۹)

روزمرہ کے عیب جو عام طور پر معمولی نظر آتے ہیں، زندگی بھر کے لئے بدنامی کا باعث بن سکتے ہیں لہذا لڑکیوں کو ایسے عیبوں سے باز رہنے کی علامہ نے خوب تلقین کی ہے:

"ایک بہت بڑا عیب لڑکیوں میں لترے پن کا دیکھا گیا ہے اس کی برائی اس سے اس کی اس سے۔ خدا بھلے مانسوں کی بیٹیوں کو اس سے بچائے۔ پہلے پہل تو لوگ بہت عزت کرتے ہیں کہ یہ خبر ہے ادھر ادھر کا حال معلوم ہوگا، مگر تھوڑے ہی دنوں میں جہاں قلعی کھلی بس وہ جھوٹی عزت رخصت ہوئی بلکہ الٹی ذلت حاصل ہوتی ہے۔(۲۰)

تہذیب و شائستگی کا اظہار لڑکی کے اخلاق و کردار کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ علامہ کے نزدیک عورت کو زندگی میں تہذیب و شائستگی کا دامن کبھی نہیں چھوڑنا چاہئے:

"کھانا کھانے میں بہت سی باتوں کی احتیاط چاہئے، خصوصا آواز سے چپڑ چپڑ کر کے کھانا پرلے سرے کی بدتمیزی ہے۔ نوالہ اس طرح چبانا چاہئے کہ برابر والے کو بھی آواز نہ آئے۔ یہ نہیں کہ منہ میں نوالہ لینے کے واسطے زبان آدھ گز آجائے۔ جس برتن میں کوئی دوسرا شخص کھا رہا ہو، اس میں بھی کھانا اچھا نہیں لیکن اگر ضرورت مجبور کرے تو تمیز کے یہ معنی ہیں کہ اپنے آگے سے کھاؤ نہ یہ کہ دوسرے کے آگے سے اٹھا اٹھا کر اپنا پیٹ بھر لیا ایسے کھانے سے بہتر نہ کھانا جو دوسرے نام رکھیں۔(۲۱)

علامہ راشد الخیری اس ماحول سے پوری طرح باخبر تھے جو عورتوں کے حصول تعلیم کی راہ میں بڑی رکاوٹ تھا۔ علامہ نے عورتوں کی تعلیمی پسماندگی کو بہت شدت سے محسوس کیا اور اپنی تحریروں سے بیداری کی لہر دوڑانے کی کوشش کی۔ عام نظریہ تھا کہ عورتیں بھلا پڑھ لکھ کر کیا کریں گی۔ انہیں نوکری نہیں کرنا ہوتی، عورتیں تو محض خانہ داری کے لئے پیدا ہوئی ہیں اور ان کی زندگی باورچی خانے سے شروع ہو کر دسترخوان پشتم ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسی باتیں کسی لحاظ سے بھی درست نہیں۔ علم کے ضمن میں یہ کہنا درست ہے کہ علم کی ضرورت عورت کو مرد سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ عورت نے روزمرہ کے معاملات فہم و فراست اور عقل و شعور سے حل کرنا ہوتے ہیں۔ سنجیدہ اور اس کی بھاوج کا مکالمہ اس ضمن

میں قابل غور ہے:

"اے ہے آپا! اس غریب لڑکی کا حال سن کر تو میرا جی بہت ہی کڑھا۔ مگر ایک بات کہتی ہوں۔ لڑکیوں کے پڑھانے لکھانے سے کیا فائدہ۔ ان کو کہیں نوکری نہیں کرنی، روٹی نہیں کمانی، سارے جہان کا حال بتا کر اور دیدہ دلیر کرنا ہے نند۔ اللہ کا شکر ہے، میں بھی مسلمان ہوں اور تم بھی۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ علم ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے، نسیمہ کی ماں تم بھی کیا بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ پڑھنے سے اور عقل آئے گی یا دیدہ دلیر ہوگا؟"۔ (۲۲)

علامہ راشد الخیری اپنے عہد کے تعلیمی نظریات جو بالخصوص عورتوں کے حوالے سے رائج تھے، انہیں آشکار کیا مثلاً لوگوں کے ذہن میں یہ عقیدہ پختہ ہو چکا تھا کہ عورتوں کی تعلیم سراسر نقصان دہ ہے۔ وہ ہرگز عورتوں کی تعلیم کے حق میں نہ تھے۔ علامہ راشد الخیری نے اس بات پر بہت زور دیا کہ عورتوں کو تعلیم دینا بہت ضروری ہے کیونکہ عورتیں ایک بہترین سرمایہ ہیں جن کی تعلیم کے فیض سے تربیت یافتہ، صالح، بہادر اور دیندار انسان سامنے آسکتے ہیں اور اگر ایک عورت جاہل ہو تو پوری نسل غیر تعلیم یافتہ، بدتہذیب اور بد اخلاق ہوگی:

"بھاوج - حضرت کے فرمانے کی تو مجھے خبر نہیں، مگر میرے ابا اللہ بخشے اتنے بڑے مولوی تھے لیکن ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ لڑکیوں کو پڑھانا بہت ہی بری بات ہے۔ تمہارے والد کی شان میں تو کچھ نہیں کہتی مگر جن بزرگوں کا یہ خیال تھا وہ غلطی پر تھے۔ وہ بات کی تہہ کو نہ پہنچے اور مسلمانوں کو جان بوجھ کر کنوئیں میں دھکیل دیا۔ مائیں رہیں جاہل۔ بچوں کی تربیت اچھی نہ ہوئی، خاصی بھلی چنگی قوم کا ناس ہو گیا۔ پیغمبر زادیاں اور پیغمبر صاحب کے زمانہ کی مسلمان عورتیں علم کا دریا تھیں۔ موٹی سی بات یہ ہے کہ علم آدمی بنا دیتا ہے۔ پڑھ کر عورتیں خدا کو خدا سمجھنے لگیں گی۔ گناہ سے بچیں گی۔ برائی سے پرہیز کریں گی۔ مسلمان کو امسلمان عزت کو عزت بڑوں کو بڑا۔ چھوٹوں کو چھوٹا۔ ہر چیز کی اصلیت معلوم ہو جائے گی۔ دیدہ دلیری کی جو کہتی ہو تو کیا ان پڑھ عورتیں چلتی ہوئی نہیں ہوتیں۔ جاہل تو ایسی چلتر باز ہوتی ہیں کہ بڑی بڑی پڑھی لکھیوں کے کان کاٹیں۔ تم کو کچھ بسنت کی بھی خبر ہے۔ کبھی اخبار دیکھو اور دنیا کا حال سنو تو معلوم ہو کہ مسلمان کتنے ذلیل ہو گئے۔ روز بروز بدتمیز نالائق جھوٹے کمینے ہوتے جاتے ہیں۔ یہ کیوں؟ صرف اس وجہ سے کہ عورتیں جاہل ہیں اور گود ہی میں دنیا کے عیب بچوں میں پیدا کر دیتی ہیں"۔ (۲۳)

علامہ راشد الخیری کا عورتوں کی تعلیمی پسماندگی پر اس لئے بھی دل کڑھتا تھا کہ

وہ جانتے تھے ماں، بچوں کی تربیت کے لئے پہلی درس گاہ ہے۔ یہ بات انتہائی نامعقول ہے کہ لوگ عورت کی تعلیم کے حصول میں رکاوٹ ڈالیں اس کی ضرورت واہمیت سے انکار کریں اوران کی تعلیم کو غیر ضروری قرار دیں۔ تعلیم کی صورتحال نوآبادیاتی ہندوستان میں انتہائی پسماندہ تھی۔ ایسی صورت میں ماؤں سے یہ امید کرنا مشکل تھی کہ ان کی گود سے ہونہار تعلیم یافتہ اور باخلاق افرادقوم کا حصہ بنیں گے۔ بچوں کی عمدہ تربیت کے لئے ماؤں کوزیور تعلیم سے آراستہ کرنے کی ضرورت ہے۔

”صبح زندگی“ میں ماں کی تعلیم کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے نند بھاوج مزید بحث ومباحثہ کرتی ہیں۔ بھاوج واہ واہ واہ! عورتیں جاہل ہیں تو مردوں سے واسطہ وہی کہاوت ہے کہ: کمہار پر بس نہ چلا۔ گدھیا کے کان اینٹھے۔

”نند (ہنس کر) ہاں ہاں بہت بڑا واسطہ ہے۔ سب سے پہلے مدرسہ سمجھو اتالیق سمجھو جو کچھ بھی ہے۔ ماں کی گود ہے۔ جو سنیں گے وہ جانیں گے جو دیکھیں گے وہ سکھیں گے، اماں کی یہ حالت کہ خدا کی نہ رسول کی۔ تہذیب سے کوسوں دور جہالت میں چکنا چور۔ عقل نہ ہوش برکت نہ نور، چہرہ پر پھٹکار صورت پر خدا کی مار۔ نالائق طریقے، بے ہودہ اطوار، وہی اثر بچے پر ہوگا یا کچھ اور؟ بچپن کی پڑی ہوئی عادتیں قبر تک ساتھ جاتی ہیں اور کسی طرح چھٹائے نہیں چھٹتیں ... تعلیم سے بچے کے خیالات چاہے لڑکا ہو یا لڑکی کچھ نہ کچھ کیا بہت کچھ درست ہو سکتے ہیں۔ خدا وہ دن کرے کہ مسلمانوں کی لڑکیاں پڑھنے لکھنے لگیں۔ پھر تم دیکھنا کہ ان ہی گودوں سے ایسے بچے نکلیں کہ واہ واہ سبحان اللہ کہو۔ کیا سمجھیں، سچ ہے یا جھوٹ؟۔“ (۲۴)

علامہ راشد الخیری نے روزمرہ زندگی کا جائزہ لیتے ہوئے جہاں عورتوں کے مختلف مسائل کی عکاسی کی ہے وہاں ایک اہم نکتے پر بھی قلم اٹھایا کہ عورت اگر ناخواندہ ہو اور اس کا شوہر پردیس میں ہو تو میاں بیوی کے رشتے میں بے شمار ایسی باتیں ہوتی ہیں جو صیغہ راز میں رکھنا ہوتی ہیں اور جنہیں آشکار نہیں کیا جا سکتا ایسی صورت حال میں اگر بیوی لکھنے پڑھنے سے نا آشنا ہو تو خواہ مخواہ دوسروں کی محتاج ہو جاتی ہے اور جو باتیں دیگر لوگوں کو بتانا نہیں چاہتی، شوہر تک پہنچانے کے لئے کسی اور سہارا لینے پر مجبور ہو جاتی ہے، جیسا کہ ناول میں نند بھاوج کو تعلیم کی افادیت سے آگاہ کرتے ہوئے حقائق سے آگاہ کرتی ہے:

”سینکڑوں باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ دوسروں کے بتانے کے قابل نہیں۔ اگر میاں پردیس میں ہے اور لکھنا نہیں آتا تو اول ایک ایک کی منت خوشامد کرو۔ دوسرے تمام دنیا میں اپنے بھیدوں کا ڈھنڈورا پیٹو۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ اپنی ضرورت کے وقت کچھ

نہ معلوم ہوا جب سر پر آپڑی تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔۔(۲۵)

علامہ راشد الخیری جانتے تھے کہ عورت تعلیم بنا شعور حاصل نہیں کر سکتی۔ جہالت تو ایک ایسی برائی ہے جو گھروں کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔غیر تعلیم یافتہ عورتیں جہالت کا نمونہ ہوتی ہیں۔وہ نہ صرف اپنی ذات کے لئے بلکہ معاشرے میں بھی بے سکونی اور دیگر کئی مسائل کا باعث بنتی ہیں۔ناول میں نسیمہ کی بہن منجھلی بھی جہالت کا نمونہ تھی جس کا ذکر سنجیدہ اپنی بھاوج سے کرتی ہے:

"نند۔پھر عقل زیادہ ہونا بھی عیب ہے! برا تو مانتا نہیں۔اس اپنے گوشت کے لوتھڑے منجھلی کو ہی دیکھ لو۔کیا چیز نہیں ہے۔آنکھ، ناک، کان، ہاتھ، پاؤس، انگلیاں کسی کی ہوں، پانچ اس کی چھ،خفا ہوگی تو ہولینا۔ایک نہ پڑھنے کی وجہ سے جانور ہوگئی"'۔(۲۶)

تعلیم کے اخلاقی پہلو کو ضروری سمجھتے ہوئے علامہ راشد الخیری نے عورتوں کے جھوٹ بولنے کے نقصانات بھی گنوا دیئے، کیونکہ سچائی جتنی پسندیدہ شے ہے، جھوٹ اتنا ہی ناپسند کیا جاتا ہے۔سچائی بہترین جبکہ جھوٹ بدترین صفت ہے۔جھوٹ کو ام الخبائث کہا گیا ہے۔کیونکہ اس ایک جھوٹ سے معاشرے میں کئی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ جھوٹ بولنے والا ہر جگہ ذلیل وخوار ہوتا ہے۔جھوٹ بولنے والا جہاں بھی جائے، بے عزت اور بے وقار ہوتا ہے۔جھوٹے انسان کی شخصیت مسخ کر رہ جاتی ہے اور کردار کی خوبصورتی ختم ہوجاتی ہے:

"دنیا میں جھوٹ سے بڑا عیب کوئی نہیں اور آج لڑکیوں میں یہ عام طریقہ ہے کہ اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتیں۔ان بیوی کا کچھ نہیں بگڑا ایک بات تھی منہ سے نکال دی۔نتیجہ یہ ہوا کہ گھر میں خرابے پڑ گئے۔جھوٹا آدمی سب کی نظروں میں ذلیل وخوار ہوتا ہے۔یاد رکھو کہ دنیا کی کسی بات پر ہمیشہ پردہ نہیں پڑا رہتا کسی نہ کسی وقت کیسا ہی بھید کیوں نہ ہو ظاہر ہوکر رہتا ہے۔جھوٹی بات کا پہلے پہل تو سب یقین کر لیتے ہیں لیکن جب کھل جاتی ہے اور پتہ چل جاتا ہے اس وقت سے جھوٹے کی وقعت بالکل ختم ہوجاتی ہے اس کی سچی بات کا بھی کوئی اعتبار نہیں کرتا۔خدا نہ کرے کہ کسی لڑکی میں یہ عیب ہو۔جس محفل میں ذکر ہوتا ہے سب ایک منہ ہوکر کہتے ہیں وہ بڑی لپاٹن ہے۔۔(۲۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

تم جھوٹ سے بچو، اس لیے کہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے، اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے، آدمی جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ میں لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے اور سچ بولنے کو لازم کرلو اس لیے کہ سچ بھلائی اور نیکی کی طرف

لے جاتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے، آدمی سچ بولتا ہے اور سچ بولنے ہی میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک سچا لکھ دیا جاتا ہے۔ (۲۸)

عورتوں کی تعلیم وتربیت کے سلسلے میں اخلاقی تعلیم کو بہت اہمیت حاصل ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ بچوں کو اخلاقی تعلیم بھی وہی ماں دے سکتی ہے جو خود تعلیم یافتہ اور باشعور ہو۔ ماں کی لاپرواہی بچوں کی زندگی سنگین کر دیتی ہے:

"لڑکیوں کے واسطے غیرت اور حمیت بڑی چیزیں ہیں خدا نہ کرے کہ کسی بیٹی پر منجھلی کا پر چھاواں پڑے... سچی بات یہ ہے کہ ادھر تو رہی تعلیم سے کوری ادھر ماں نے توجہ کی نہیں۔ صحبت ملی خراب چھوٹی چھوٹی عادتیں میل کا بیل بن گئیں۔ (۲۹)

اخلاقی تعلیم کے حوالے سے محمد حسین زبیری امیر علی نے تعلیم کے بارے میں خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

"میرے نزدیک ایسی کوئی تعلیم مکمل یا جامع نہیں کہلوا سکتی جس کا مقصد کردار کی اصلاح اور درستی نہ ہو۔ تعلیم کو خصوصاً ابتدائی مدارج میں ہر قوم کی خاص ضرورتوں اور اخلاقی حاجتوں کے موافق کرنا چاہئے اور نوجوانوں کی اخلاقی تعلیم پر زور دینا چاہئے۔" (۳۰)

ناول میں ایک جگہ اخلاقی تعلیم کے حوالے سے یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ بری صحبت سے ہمیشہ بچ کر رہنا چاہئے تبھی دامن پاک صاف رہ سکتا ہے۔ سنجیدہ اپنی بھتیجی نعیمہ کو بدتمیز لڑکیوں میں بیٹھا دیکھ کر اسے سمجھانے لگتی ہے:

"بھلے کے پاس بیٹھے چبائے ناگر پان برے کے پاس بیٹھے کٹائے ناک اور کان۔ سوائے اس کے کہ ان کی خراب عادتوں کا اثر تم پر بھی پڑے اور کوئی فائدہ مجھ کو نظر نہیں آتا۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑے اور آدمی کو دیکھ کر آدمی ڈھنگ پکڑے۔ تم ان کی بیہودہ حرکتیں دیکھ کر ان سے بچنا اور پرہیز کرنا چاہئے نہ یہ کہ ان کی رفیق بن کر ان ہی میں گھس بیٹھو۔ تھالی گری چھنکار ہوئی کیا خبر بھری تھی یا خالی۔ دیکھنے والے تو یہ سمجھیں گے کہ یہ بھی ان ہی جیسی ہے۔ (۳۱)

راشد الخیری کا تعلق اصلاحی دور سے تھا اور یہ ایسا زمانہ تھا جس میں قدیم اور جدید اقدار آپس میں ٹکرا رہی تھیں۔ راشد الخیری کے نظام فکر میں وہی عورت کامیاب تھی جس نے متوازن راستہ اختیار کیا ہو۔ علامہ کے ہاں دین اسلام ایسی آزادی نسواں کا ہرگز قائل نہیں اور نہ ہی اجازت دیتا ہے کہ عورت مغرب کی طرز پہ بے جا آزادی کو اپنائے۔ مثالی عورت مشرقی اقدار کی پابند ہے۔ اس کی مذہبی تعلیم سے گہری وابستگی ہے۔ جہاں تک جدید دور کی جدید تعلیم کی بات ہے، علامہ چاہتے تھے کہ عورت مغرب کی اندھا دھند

تقلید نہ کرے البتہ مغرب کے اوصاف کو اپنالے، اس انداز سے کہ مشرقی اقدار پامال نہ ہوں۔ ایسی تعلیم جو بچوں کی تعلیم وتربیت اور امورخانہ داری میں مدد کردے، ضرور حاصل کرنی چاہیئے۔ سنجیدہ کی چچا زاد بہن اپنے خیالات کا اظہار اس طرح سے کرتی ہے کہ تعلیم نسواں کی اہمیت وافادیت واضح ہوجاتی ہے۔

علامہ کے نزدیک دنیاوی تعلیم صرف اس وقت مفید ثابت ہوگی جب اسے دینی تعلیم بھی ملے۔ ورنہ دینی تعلیم دنیاوی تعلیم مفید ثابت نہیں ہوسکتی۔ نامکمل اور غیر سومند ہوگی بلکہ گمراہ کن بھی ثابت ہوسکتی ہے۔ علامہ راشد الخیری کے نزدیک سگھڑ ین کی تعلیم لڑکیوں کو ابتدائی عمر سے ہی دینی چاہیئے تاکہ انہیں اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھانے کی عادت ہو، عورت کی اصل خوبصورتی اس کا سگھڑ پن ہی ہے، لہذا اس کی تعلیم دینا بہت ضروری ہے۔ علامہ کے ہاں مثالی بیٹی کا کردار کچھ اس طرح ابھرتا ہے: بیٹیوں کے کام یہ ہیں:

”صبح اٹھ کر وضو کیا، نماز پڑھی، قرآن پڑھا، ماما میسر ہوئی تو اس سے نہیں تو آپ بچھونے نہ کئے۔ اندر کوٹھری میں لے جاکر رکھے۔ چارپائیاں اٹھا کر کونے میں کھڑی کیں۔ رات کی پھیلی ہوئی چیزیں سمیٹ کر قرینے سے رکھیں جھاڑو دی یا دلوائی صحن میں پتھر کا فرش ہے تو آپ کھڑے ہوکر دھلوایا، دالان کمرے میں جھاڑو بہارو مل چکی تو دری قالین جو بچھا ہے اس کو ٹھیک ٹھاک کیا۔ مگر جھاڑو دی تو ایسی کہ جھاڑو معلوم ہو۔ یہ نہیں کہ پنجے ماردیئے۔ پھوہڑ کی جھاڑو سگھڑ کا لیپا۔ جس چیز کے واسطے جو جگہ مقرر ہے وہ اسی جگہ رکھ دی تاکہ ڈھونڈنے میں دقت نہ ہو۔“ (۳۲)

محمد احسن فاروقی اور نور الحسن ہاشمی ناول کے کردار کے بارے میں خامہ فرسائی کرتے ہیں:

”ناول نگار اپنے کردار کی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے پہلو کو سامنے لے آتا ہے بلکہ اپنی تخلیقی قوت کے ذریعے سے وہ اپنے کردار کی ان حرکات اور صفات تک پہنچ جاتا ہے جو ان کی مکمل ہستی کا کامل خاکہ کھینچنے کے لئے ضروری ہیں اور ان ہی چیزوں کا اظہار کر کے وہ اپنے کردار کو عام زندہ لوگوں سے زیادہ زندہ بنا دیتا ہے۔ کردار کی زندگی عام زندگی نہیں ہوتی بلکہ ناول نگار کی قوت متخیلہ اس کو ایسی نئی زندگی بخش دیتی ہے کہ وہ عام لوگوں سے زیادہ پر کیف اور پر اثر ہوجاتی ہے“ (۳۳)

لڑکیوں کی زندگی کو مثالی بنانے کے لئے عمدہ کردار وضع کئے۔ جو قاری لڑکیوں کے دل میں اچھا تاثر ابھارتے ہیں اور ان کے ہاں یہ خواہش جاگتی کہ کاش ہمارا اخلاق بھی ایسا ہوجائے۔ ایسی تمام صفات جو علامہ نے مثالی کردار میں دکھائیں، قاری کے

لئےمشعل راہ ہوتی ہیں جنہیں اپنی ذات کا حصہ بنانے کی خواہش جاگ اٹھتی ہے۔علامہ کی آرزو تھی کہ لڑکیاں با اخلاق اور مشرقی روایات کی پاسدار ہوں۔ وہ ایسی تعلیم والدین کے گھر سے ہی سیکھ لیں۔علامہ راشدالخیری کے ہاں مثالی لڑکی اخلاقی اور گھریلو امور کی تعلیم سے بھی آراستہ ہے جو ایک تعلیم یافتہ اور با اخلاق گود میں پروان چڑھی۔اس تعلیم سے وہ دوسروں میں بھی علم کی شمع روشن کرتی نظر آتی ہے

"کل ہی کا تو ذکر ہےنسیمہ بنگالے کی بینا چاروں طرف باتیں امکاتی پھرتی تھی۔آج ما شاءاللہ دوسروں کوسبق دے رہی ہے۔صفائی ستھرائی،شرم وحیا،رحم ملنساری،خوف خدا غرض وہ سب صفتیں جولڑکیوں کا بیچ بیچ زیور ہیں کوار پتہ میں حاصل ہوگئیں۔کھانا پکانا کیا کام تھا جو اسے نہ آتا ہو۔ادب لحاظ سلیقہ اطاعت کون سی خوبی تھی جو اس میں نہ ہو۔ماں اور پھوپھی جو چاہتیں کہتیں اور وہ چپکی بیٹھی سنتی۔کیا مجال جو نیچی سے اونچی نگاہ کرکے یا آنکھ ملاکر جواب دے دے۔ناممکن تھا کہ کوئی سچا حاجت منداس کے دروازے پر آئے اور خالی چلا جائے۔مشکل تھا کہ اس کے ہاتھ سے آدمی تو آدمی کسی جانور کو بھی تکلیف پہنچ جائے۔۔ ((۳۴

حوالہ جات /حواشی

-۱ڈاکٹر ابو طالب،۔عورت۔۔نصف انسانیت"، نورانی آفیسٹ پریس مالیگاؤں،۲۰۱۰،ص:۷

-۲علامہ راشدالخیری، "مجموعہ راشدالخیری،"،ص ۱۳

-۳علامہ راشدالخیری، "مجموعہ راشدالخیری،"،ص ۴۱

-۴علامہ راشدالخیری، "مجموعہ راشدالخیری،"،ص:۴۱

-۵علامہ راشدالخیری، "مجموعہ راشدالخیری،"،ص:۱۵

-۶علامہ راشدالخیری، "مجموعہ راشدالخیری،"،ص:۱۸

-۷علامہ راشدالخیری، "مجموعہ راشدالخیری،"،ص:۲۰

-۸پروفیسرلام عابد، "عہدِ نبوی کا نظام تعلیم"، مکتبہ میری لائبریری لاہور،۱۹۸۶،ص: ۳۵۔۳۶

-۹ڈاکٹر مجید بیدار،۔ناول اور متعلقات ناول" نیشنل فائن پرنٹنگ پریس حیدر آباد،۱۹۸۹،ص:۱۴

-۱۰علامہ راشدالخیری، "مجموعہ راشدالخیری،"،ص:۲۶

-۱۱ایضاً

-۱۲صالحہ زرین، ۔اردو ناول کا سماجی وسیاسی مطالعہ، ابتدا سے ۱۹۴۷ تک "، سرسوتی پریس، الہ آباد، ۲۰۰۰، ص:۱۱۱

-۱۳عبدالقیوم ندوی، ۔خاتونِ اسلام کا دستور حیات "، ص: ۱۴

-۱۴علامہ راشد الخیری، "مجموعہ راشد الخیری، "، ص:۳۸

-۱۵ ایضاً:-ص ۶۳، ۶

-۱۶ایضاً، ص:۳۸، ۳۹

-۱۷ایضاً، ص:۳۹

-۱۸ایضاً

-۱۹ڈاکٹر سعید بریلوی، ۔۔۔۔عصمت فروری ۱۹۳۸

-۲۰علامہ راشد الخیری، "مجموعہ راشد الخیری، "، ص:۳۸، ۳۹

-۲۱ایضاً

-۲۲ایضاً، ص؛۴۴

-۲۳ایضاً، ص ۴۴ ۴۵،

-۲۴ایضاً، ص؛ ،۴۵، ۴۶

-۲۵ایضاً

-۲۶ایضاً

-۲۷ایضاً، ص؛۵۹، ۵۸

-۲۸سنن ابی داود، کِتَاب الْأَ دَبِ کتاب: آداب واخلاق کا بیان ۸۸، فِی التَّشْدِیدِ فِی الْکَذِبِ، جھوٹ بولنے کی شناعت کا بیان۔

-۲۹علامہ راشد الخیری، "مجموعہ راشد الخیری، "، ص:۶۱

۳۰- محمد حسین زبیری، مشاہیر کے تعلیمی نظریےص ۲۹۲-۲۹۱

-۳۱علامہ راشد الخیری، "مجموعہ راشد الخیری ص ، ۶۳، ۶۴

۳۲-علامہ راشد الخیری، "مجموعہ راشد الخیری، "، ص: ۶۳، ۶۴

-۳۳ڈاکٹر محمد احسن فاروقی، ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی، ناول کیا ہے، ص ۲۷

-۳۴علامہ راشد الخیری، مجموعہ راشد الخیری، ص ۱۰۵

☆☆☆